Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 37, Sr.No.105, 2016 pp 19 - 28

مجلّہ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۷، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۱۶ء، شمارہ ۱۰۵

فیض احمد فیض کی شعری جمالیات

آصف علی☆

Abstract:

Among the progressive poets, Faiz can be distinguished quite conveniently. His poetry is an amalgam of realism and romanticism. The literary element is more dominant over political aspect even in his poems on Politics. There is an overflow of literary and poetic beauty in his poetry. He introduced an innovative sense for the old terminology and modified the traditional characters. The rhythmic and musical beauty in his poetry is heart-touching and fascinating, indeed. Also, his poetry gives an awareness of the contemporary age. The charm of his poetry lies in the fact that he never compromised the artistic principles and ethics of poetry in expressing his personal vision and subjectivity. The same very element adds to the aesthetic creativity in his poetry. In this article, his poetry has been evaluated in terms of aesthetic sense.

اُردو اَدب نے متعدد تحریکوں کو جنم دیا اور ان تحریکوں کے زیرِ اثر لکھنے والوں کو شناخت دی۔ فیضؔ کے لیے اگر یہ کہا جائے کہ اُنھوں نے ترقی پسند تحریک سے وابستہ ہو کر اِس تحریک کو شناخت دی تو بے جا نہ ہو گا۔ فیضؔ کی شاعری کا مسیحائی رُخ اور اُس کی جلوہ آرائی، انسانی اقدار کی بالادستی فیضؔ کے اہم موضوعات ہیں۔ وہ حریت پسند رُجحانات کی تقویت کے لیے نظریاتی اساس کو اوّل و آخر مانتے ہیں۔ اُنھوں نے سماجی ناہمواریوں کے تناظرات کو نہ صرف مقامی بلکہ عالمی غیر طبقاتی رویوں اور بورژوائی محویت میں ضم نہیں ہونے دیا۔ یوں تو رومان اور حقیقت کو کئی ایک شاعروں نے نبھانے کی کوشش کی ہے لیکن فیضؔ کے بارے میں یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ امتزاج سب سے حسین فیضؔ کے ہاں پایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سید شفیق احمد اشرفی لکھتے ہیں :

☆ صدرِ شعبۂ اردو، پی اے ایف کالج سرگودھا

رومان اور حقیقت کا یہ حسین اور دِل کش سنگم فیضؔ کی نظموں کا ایک امتیازی وصف ہے۔ فیض کی سیاسی نظمیں اَدبی رنگ و آہنگ کے لحاظ سے اَدبی زیادہ اور سیاسی کم ہیں۔ نعرے بازی، جوش، غصہ، انکار اور چیخ و پکار کہیں سنائی نہیں دیتی۔ فیض کی سیاسی نظموں میں شعریت اور اَدبی حسن کا ایک سیلِ رواں نظر آتا ہے۔ یہ شعریت دراصل اعلیٰ شاعری کی جان ہوتی ہے۔ فیضؔ میں ایک واضح اور سُلجھے ہوئے سیاسی اور انقلابی شعور کا پتہ چلتا ہے۔(۱)

رات یوں دِل میں تری کھوئی ہوئی یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم
جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آ جائے(۲)

جذبے اور تخیل کا توازن فیضؔ کی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ انسانی حیات کی مشترکہ جدوجہد پر یقین رکھتے ہیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اُن کا کلاسیکی انداز اور تربیت اُنھیں بار بار اُس رومانوی اسلوب کی طرف متوجہ کرتی ہے، جس میں اُردو شاعری کا ورثہ، حسی پیکروں، بصری و سمعی حواس میں رنگ و نور کی محفل آباد کیے رکھتا ہے، وہ استعاروں اور تشبیہات کا ایسا سنگم متعارف کراتے ہیں جو ربط وضبط کی کیف آفرینی کو دُھندلائی ہوئی اور ملگجی فضا سے صاف وشفاف منظر میں لے آتا ہے۔ اُن کی نظم 'حسینۂ خیال سے' اس کی عمدہ مثال ہے، یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

رسیلے ہونٹ، معصومانہ پیشانی، حسیں آنکھیں
کہ میں اِک بار پھر رنگینیوں میں غرق ہو جاؤں!
مری ہستی کو تیری اِک نظر آغوش میں لے لے
ہمیشہ کے لیے اِس دام میں محفوظ ہو جاؤں(۳)

ڈاکٹر وزیر آغا' اپنے مضمون 'فیض اور اُن کی شاعری' میں نسوانی حسن کے چند ایک ایسے پیکروں کی تخیلی آرائش و زیبائش کا تنوع پیش کرتے ہیں، جو فیضؔ کی نظموں میں 'چیزے دیگرے' کی حیثیت سے آئی ہے۔ جس میں سراپا نگاری کے نقوش بہت گہرے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:

فیضؔ کی نظموں کی معنوی سطحوں کی تلاش شروع کی تو ایک گہرے احساسِ زیاں کی زد میں آ گیا۔ اصلاً نظم کی حیثیت عورت کی سی ہے، مرد سب سے پہلے عورت کے جسمانی حسن اور اُس کی آرائش و زیبائش سے متاثر ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ بعد جب دل آویز خطوط، زلف کی گھنی چھاؤں میں ٹمٹمانے والا آویزہ، رفتار کا سیماب، لبِ یار کی خوشبو اور قبا کی شفق، یہ

سب سامنے کی باتیں دکھائی دینے لگتی ہیں تو پھر نظر بعض دوسرے اوصاف مثلاً شخصیت کی دل ویزی، تنوع، احساس، رفاقت، سگھڑاپا، حسنِ ذوق اور ہزار دوسری چیزوں کو تلاش کرنے لگتی ہے۔(۴)

فیض کی نظم کا اختصاص یہ ہے کہ اُن کے اسلوب میں شاعری نہیں کی جاسکتی، اُن کا شعری وژن، الفاظ کا برتاؤ، تشبیہ واستعارے کا نظام، شاعری میں تسلسل ونمو کی ناگزیریت، یہ تمام عوامل اِتنی خوبی سے فیض کی شاعری میں شامل ہوتے ہیں کہ جس پر بذاتِ خود 'حسنِ تخیل' کا گمان ہونے لگتا ہے، اُنھوں نے اصطلاحات کی کہنہ روش کو خلوصِ اظہار سے رنگ آمیز کر دیا ہے، جس سے اُس کی جلوہ نمائی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ اُن کی نظم 'تین منظر' کا یہ منظر ملاحظہ کیجیے:

شوخیاں مضطر نگاہِ دیدۂ سرشار میں
عشرتیں خوابیدہ رنگِ غازۂ رخسار میں
سرخ ہونٹوں پر تبسم کی ضیائیں جس طرح
یاسمن کے پھول ڈوبے ہوں مئے گلنار میں(۵)

ڈاکٹر محمد علی صدیقی اپنے مضمون 'فیض احمد فیض، شاعر یا جادوگر' میں تخلیقی کرب کی افسوں گری کو بیان کرتے ہوئے اِسے شناخت کا منفرد حوالہ قرار دیتے ہیں، وہ بنیادی طور پر اُس تخیلی سطح کو زیرِ بحث لاتے ہیں جن کی مدد سے فیض نے شاعری میں ایک ایسا ذائقہ پیدا کر دیا ہے جس کی مہک نہ صرف منفرد ہے بلکہ اُس میں جذب ہونے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

فیض نے اپنی منفرد شناخت کے لیے جس رنگ کو بطور خاص کلچر کیا ہے وہ اس قدر سادہ، پُراسرار، مؤثر اور پیچیدہ ہے کہ وہ اپنے شعروں میں، ایک جادوگر کی طرح کبھی کسی ایک عنصر کی افراط سے اور کبھی دوسرے عنصر کی تفریط سے بہت عجیب وغریب کام لے لیتے ہیں۔ (۶)

فسردہ رُخ، لبوں پر اک نیاز آمیز خاموشی
تبسم مضمحل تھا، مرمریں ہاتھوں میں لرزش تھی
وہ کیسی بے کسی تھی تیری پُرتمکیں نگاہوں میں
وہ کیا دُکھ تھا تری سہمی ہوئی خاموش آہوں میں(۷)

فیض ایک نظریاتی شاعر تھے، اُنھوں نے فکری بالیدگی کو رومانوی لمس سے آشنا کیا۔ وہ وسیع البنیاد تہذیبی اقدار کے قائل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ مظلوم کی حق گوئی کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہو جاتے ۔اُن کے اشعار فن ہی پر پورے نہیں اُترتے بلکہ زندگی کی میزان پر بھی اُن کی قدر و منزلت رہتی ہے۔ اُن کی

شاعری میں غمِ جاناں اور غمِ روزگار کا میلان ایسا ہے جسے جس خوبی سے فیضؔ نے آمیخت کیا ہے، یہ سلیقہ اور قرینہ کسی اور شاعر کو نصیب نہیں ہوا۔ اُن کی نظم ''مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ'' اِس کی بہترین مثال ہے:

اَن گنت صدیوں کے تاریک بہیمانہ طلسم
ریشم و اطلس و کم خاب میں بُنوائے ہوئے
جا بجا بکتے ہوئے کوچہ و بازار میں جسم
خاک میں لتھڑے ہوئے خون میں نہلائے ہوئے (۸)

فیض نے اُردو شاعری کے روایتی موضوعات ہی کو تبدیل نہیں کیا بلکہ روایتی کرداروں کی یک رُخی شناخت کو بھی تبدیل کر دیا ہے۔ اُردو شاعری کا کردار 'رقیب' بھی فیضؔ صاحب کے ہاں اپنا کہنہ تصور اُتار پھینکتا ہے۔ سوزِ محبت کا جاں گسل لمحہ، جسے فیضؔ صاحب نے انوکھی تزئین سے سنوارا ہے۔ اپنے مخصوص موضوع کے حوالے سے نظم 'رقیب سے' اُردو کی منفرد نظموں میں شمار ہوتی ہے:

تو نے دیکھی ہے وہ پیشانی، وہ رخسار وہ ہونٹ
زندگی جن کے تصور میں لُٹا دی ہم نے
تجھ پہ اُٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں
تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے (۹)

فیضؔ کے ہاں اعلیٰ انسانی اوصاف، آدرش اور بلند نگاہی کے جذبات و احساسات کا نت نئے ڈھنگ سے آنا اِس اَمر کا غماض ہے کہ اُن کے ہاں آفاقی تصورات ہیں، وہ ظاہری وجاہت اور مفاہمت سے مالا مال تھے۔ اُن کا یہ جذبہ بلاغت اور آسودگی کا پروردہ ہے، جس میں سحر بیانی بھی ہے اور فراست کا عمل دخل بھی موجود ہے۔ وہ جس بھی موضوع کو منتخب کرتے ہیں، وہ اُن کی باطنی جاذبیت کا آئینہ دار ہے۔ 'موضوعِ سخن' کے یہ مصرعے دیکھیے:

اُن کا آنچل ہے، کہ رُخسار کہ پیراہن ہے
کچھ تو ہے جس سے ہوئی جاتی ہے چلمن رنگیں
جانے اس زلف کی موہوم گھنی چھاؤں میں
ٹمٹماتا ہے وہ آویزہ ابھی تک کہ نہیں (۱۰)

ڈاکٹر آفتاب احمد، فیض کے ہاں جمالیات کو ان کے ذہن میں موجود موسیقیت اور غنائیت میں تلاش کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

فیض کی شاعری نور و نغمہ کے ایک خوش گوار اور روح پرور امتزاج کا نام ہے۔ وہ دن کی

طرح حسین اور رات کی طرح پر کیف ہے۔اس کے سوتے فیض کے ذہن میں بسی ہوئی موسیقی اور غنائیت سے پھوٹتے ہیں۔ایک پُرسوز اور نشاط انگیز نغمے کا زیر و بم اس میں گونجا ہوا ہے۔ (۱۱)

یہ موسیقیت فیض کی شاعری میں جابجا دیکھی جا سکتی ہے۔نظم 'دو عشق' کے یہ دو بند ملاحظہ کیجیے:

تنہائی میں کیا کیا نہ تجھے یاد کیا ہے
کیا کیا نہ دلِ زار نے ڈھونڈی ہیں پناہیں
آنکھوں سے لگایا ہے کبھی دستِ صبا کو
ڈالی ہیں کبھی گردنِ مہتاب میں باہیں(۱۲)
چاہا ہے اسی رنگ میں لیلائے وطن کو
تڑپا ہے اسی طور سے دل اس کی لگن میں
ڈھونڈی ہے یونہی شوق نے آسائشِ منزل
رخسار کے خم میں کبھی کاکل کی شکن میں(۱۳)

نظریاتی اساس رکھنے والے شاعر،اپنے احساسات کو شاعری کے دامن میں جگہ دینے کے لیے ہر حربہ استعمال کرتے ہیں کیونکہ اُن کی بقا کا دارومدار اِنہی لوازم پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نظریات کو شاعری میں کس حد تک سمو کر 'اپنے حصے کی کوئی شمع' کب تک جلا رکھتے ہیں۔فن میں مقصدیت کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے لیکن یہ اُسی وقت کارگر ثابت ہوتی ہے کہ اُس کا موازنہ کیا جائے کہ فن کو موضوع پر قربان تو نہیں کر دیا گیا۔رومان کے ریشمی غلاف میں حقیقت کی بدنمائی کہاں تک چھپائی جا سکتی ہے۔شاعری میں احساس کی لطافت اور اُس کا جمالیاتی شعور اپنی بالیدگی کی وجہ ہی سے شعر کو فن پارے کے درجہ پر لے جاتا ہے:

ترا جمال نگاہوں میں لے کے اُٹھا ہوں
نکھر گئی ہے فضا تیرے پیرہن کی سی
نسیم تیرے شبستاں سے ہو کے آئی ہے
مری سحر میں مہک ہے ترے بدن کی سی(۱۴)

فیض کے ہاں نظم میں علائم کی مرصع نگاری کا عمل بامِ عروج پر ہے۔خاص طور پر ایسی نظمیں جن میں گہرے احساس کی تہ موجود ہے،یہ احساسات ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہیں جو اپنے آغاز سے اختتام تک ایک خاص کیفیت کے حامل ہیں۔نہایت موزوں،شاعرانہ اور پُر زور معنی خیزی اُن کی نظموں میں پائی جاتی ہے،تشبیہات و استعارے نظم کی فضا میں رچ بس جاتے ہیں۔اُن کے تخیلی توازن اور ہم آہنگی میں قربت اور اُن کے بطون کا احساس اتنا گہرا ہے کہ نظم اپنی حیثیت کی دل آویز اور روح افزا فصاحت اور روانی

میں اپنی مثال نہیں رکھتی :

تمھارے حسن سے رہتی ہے ہم کنار نظر
تمھاری یاد سے دِل ہم کلام رہتا ہے
رہی فراغتِ ہجراں تو ہو رہے گا طے
تمھاری چاہ کا جو جو مقام رہتا ہے(۱۵)

فیض کی شاعری میں ارتفاع اور گہرائی دونوں بدرجہ اُتم موجود ہیں۔فیض کے ہاں عمرانی مسائل ہیں،اُن کا جدید طرزِ احساس جو اُردو شاعری میں تشکیلِ نو کی یافت کا مرحلہ ہے۔اِسے ہم ایک عہد کو دوسرے عہد سے الگ کرنے کے لیے بھی بطور مثال قرار دے سکتے ہیں یعنی اُن کے شعر ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکے ہیں۔نفسیاتی تحلیل، تحقیقی صلاحیت اور شعریت کا ظہور اُن کی شاعری کے ایسے خواص ہیں جنھیں نظر انداز کرنا ممکن نہیں:

ڈھلتی ہے موجِ مئے کی طرح رات اِن دِنوں
کھِلتی ہے صبحِ گُل کی طرح رنگ و بُو سے پُر
ویراں ہیں جام، پاس کرو کچھ بہار کا
دِل آرزو سے پُر کرو، آنکھیں لہو سے پُر(۱۶)

فیض نے الفاظ کے معنی ہی بدل دیے۔زندان، سلاسل، قید، مے خانہ، دارورسن پر سے آہنی غلاف اُتارے، نیز ایسے کردار جن کی جمالیات کے پہلو اُردو شاعری میں رچ بس گئے تھے، اُن کی بھی کایا کلپ ہوئی، فیض کی شاعری میں عاشق کا تلازمہ انقلابی کے لیے آیا ہے، وصل کا سماجی تبدیلی کے حوالے سے، رقیب، تسلط اور سامراجی قوتوں کے حوالے سے، حسن، سماجی انصاف پسندی کے حوالے سے شیخ، رجعت پسند نظام کو چلانے والا، حتیٰ کہ گل، خوشبو، عندلیب، بلبل، ایسے تمام استعاروں کو بھی نئی معنویت عطا کی ہے۔ان کی اسی خوبی کے حوالے سے ڈاکٹر شارب ردولوی کا کہنا ہے :

فیض کی سب سے بڑی خصوصیت ان کے کلام میں لفظ کا تخلیقی استعمال ہے۔الفاظ کو نظم کر دینا، خیال محسوسات، تجربات اور مشاہدات کو خوبصورت پیرائے یا مترنم انداز میں پیش کر دینا الگ بات ہے۔ہر عہد میں شعرا اپنے جذبات اور محسوسات کو پیش کرتے رہے ہیں۔ایک عام شاعر لفظ جو اس کے معنی اور لغت کے حدود میں رقم کرتا ہے، اسے یہ خیال رکھنا پڑتا ہے کہ بات ،زبان اور محاورے کے خلاف نہ ہو، لیکن ایک عہد ساز شاعر کے یہاں لفظ لغت کے دائرے سے نکل کر ایک وسیع دنیا بن جاتا ہے۔اس کے یہاں لفظ اور استعارات کے معنی اس کے تخلیقی استعمال سے متعین ہوتے ہیں۔(۱۷)

چاند نکلے کسی جانب تری زیبائی کا
رنگ بدلے کسی صورت شبِ تنہائی کا

صحنِ گلشن میں کبھی اے شہِ شمشاد قداں
پھر نظر آئے سلیقہ تری رعنائی کا(۱۸)

فیض کی شاعری روحِ عصر کی امین ہے۔وہ زندگی کے ہر ہر رویے سے مانوس ہیں،اُنھیں انتہائی وارفتگی ،انتہائی ضبط، انتہائی مایوسی اور انتہائی فشار کے لمحات میسر آتے رہے ہیں اور وہ اُن سے نبرد آزما ہونے کے کرب سے دوچار ہوتے رہے ہیں،لیکن وہ جس طرح اپنی زندگی میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک تھے اِسی طرح قدرت نے اُنھیں تخلیقی حوالوں سے بھی غیر معمولی صلاحیت عطا کی تھی۔اشفاق حسین نے اپنی کتاب فیض ایک جائزہ میں اُن کی نظموں کے رومانوی عناصر کو عہد کے سماجی رویوں سے منسلک کرنے کی کوشش کی ہے،وہ لکھتے ہیں :

اُنھوں نے عشقیہ واردات کو اپنے عہد کی سیاسی کشمکشوں اور سماجی مسائل سے اِس طرح ہم آہنگ کر دیا ہے کہ اُردو کی عشقیہ شاعری میں ایک نئے اور درخشندہ باب کا اضافہ ہو گیا ہے، یہ اُردو کی عشقیہ شاعری میں ایک نئی اور قابلِ قدر چیز ہے۔(۱۹)

فیض کی بیشتر نظموں کے مصرعوں سے بے ساختگی کا وفور جھلکتا ہے، شاعری کے گداز پہلو، احساسی جذبات مل کر فطری آہنگ کو بہرہ ور کرتے ہیں۔فیض کی نظم 'بہار آئی' کے یہ مصرعے ملاحظہ کیجیے :

بہار آئی تو جیسے یک بار
لوٹ آئے ہیں پھر عدم سے
وہ خواب سارے، شباب سارے
جو تیرے ہونٹوں پہ مر مٹے تھے
جو مٹ کے ہر بار پھر جیے تھے
نکھر گئے ہیں گلاب سارے(۲۰)

یہاں پر عرش صدیقی کی یہ رائے بڑی برمحل محسوس ہوتی ہے:

تمام ترقی پسند شعرا ایک ہی نظریہ لے کر اٹھے لیکن سب کے سب یکساں طور پر عظیم یا اہم شاعر نہیں ،اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محض کوئی نظریہ یا اعلیٰ خیال آدمی کو شاعر نہیں بنا دیتا۔اس کے لیے شاعرانہ پیرایۂ اظہار بھی ضروری ہے۔اصلاح کا جذبہ،معاشرتی ناہمواری کی خواہش آدمی کو بطورِ انسان بلند کر سکتی ہے لیکن شاعر کی حیثیت سے وہ اس وقت تک بڑا نہیں ہوگا جب تک وہ اظہار کے لیے شاعری کا انداز بلکہ ایک اعلیٰ انداز اختیار نہیں کرے گا۔(۲۱)

غرض فیض نے اپنے شاعرانہ ہنر کے باعث غمِ دوراں اور غمِ جاناں کے پرانے مضامین کو تازگی اور دل کشی عطا کی، غنائیت اور موسیقیت سے اپنے کلام کو سنوارا، شاعری میں احساس کی لطافت اور نرم و نازک لب و لہجہ کو رواج دیا، الفاظ کو تخلیقی سطح پر استعمال کیا، روحِ عصر کا شاعری میں نفوذ اور منفرد تشبیہات و استعارات وہ قابلِ قدر خصوصیات ہیں جو فیض کی شاعری کو جمالیات سے ہم کنار کرتی ہیں۔ ترقی پسند شعرا میں فیض احمد فیض اسی وجہ سے بلند درجے پر ہوئے کہ انھوں نے اپنی شاعری میں فنی اور جمالیاتی تقاضوں کو کسی سطح پر نظر انداز نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر محمد فخر الحق نوری اپنے مضمون 'فیض کا نظریۂ شعر اور ان کا تخلیقی رویہ' میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ فیض نے تخلیقی اظہار کو مجاہدے اور جہاد تک پہنچانے کی آرزو کی ہے لیکن ان کی بڑائی اس امر میں مضمر ہے کہ انھوں نے اس آرزو کو عملی جامہ پہناتے ہوئے اجتماعی مقصدیت کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ فن کی آبرو بھی قائم رکھی (۲۲)۔ مذکورہ بالا حقائق سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ فیض کی شعری کائنات کی جمالیاتی بنیادیں اس قدر مضبوط اور استوار ہیں کہ وقت کی دست برد سے محفوظ و مامون نظر آتی ہیں۔

☆☆☆☆

حواشی

۱۔ شفیق احمد اشرفی،ڈاکٹر سید : ''فیض احمد فیض کی سیاسی شاعری''،مشمولہ فیض احمدفیض، فیض شناسی کے جدید زاویے، مرتبہ ڈاکٹر شفیق احمد (لاہور: دارالشعور،2015ء)،ص۱۴۶

۲۔ فیض احمد فیض:نسخہ ہائے وفا(لاہور: مکتبہ کارواں،۱۹۸۵ء)،ص۱۵

۳۔ ایضاً،ص۳۰

۴۔ وزیر آغا،ڈاکٹر : ''فیض اوراُن کی شاعری''،مشمولہ فیض احمد فیض عکس اور جہتیں،مرتبہ شاہد ماہلی(لاہور: ماورا پبلشرز،۱۹۸۸ء)،ص۵۳

۵۔ فیض احمد فیض : نسخہ ہائے وفا،ص۴۴

۶۔ محمد علی صدیقی،ڈاکٹر:''فیض احمد فیض: شاعر یا جادوگر''،مشمولہ ماہِ نو،بیادِ فیض(مئی جون۲۰۰۸ء،ص۴۱

۷۔ فیض احمد فیض:نسخہ ہائے وفا،ص۴۵

۸۔ ایضاً،ص۶۲

۹۔ ایضاً،ص۶۹

۱۰۔ ایضاً،ص۸۹

۱۱۔ آفتاب احمد،ڈاکٹر :فیض احمد فیض :شاعر اور شخص (کراچی: مکتبہ دانیال،۲۰۰۴ء)،ص۴۲

۱۲۔ فیض احمد فیض:نسخہ ہائے وفا،ص۱۴۴

۱۳۔ ایضاً،ص۱۴۵

۱۴۔ ایضاً،ص۱۴۹

۱۵۔ ایضاً ص ۲۹۱

۱۶۔ ایضاً ص ۳۴۶

۱۷۔ شارب ردولوی، ڈاکٹر: ''فیض کی شعری جہات تعین وقدر کا مسئلہ'' مشمولہ ماہِ نو، بیادِ فیض (مئی جون ۲۰۰۸ء)، ص ۲۵۹

۱۸۔ فیض احمد فیض: نسخہ ہائے وفا، ص ۴۳۹

۱۹۔ اشفاق حسین: فیض ایک جائزہ (کراچی: ادارۂ یادگارِ غالب، ۱۹۷۷ء)، ص ۹۰

۲۰۔ فیض احمد فیض: نسخہ ہائے وفا، ص ۵۴۰

۲۱۔ عرش صدیقی: بحوالہ انور سدید ''جدید اردو نظم کا پس منظر اور پاکستانی پیش منظر'' مطبوعہ تسطیر، لاہور شمارہ ۵۔۶، اپریل تا ستمبر ۱۹۹۸ء

۲۲۔ محمد فخر الحق نوری، ڈاکٹر: ''فیض کا نظریہ شعر اور ان کا تخلیقی رویہ'' مطبوعہ مجلّہ راوی (لاہور: گورنمنٹ کالج لاہور، ۲۰۰۱ء) ص ۹۴